ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد سہیل اقبال ۞

اردو ناول پر ۹/۱۱ کے اثرات

The effects of the 9/11 on the Urdu novel

By *Muhammad Sohail Iqbal, PhD Scholar, Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.*

ABSTRACT

This research aims at exploring the effect of the 9/11 on Urdu novels. Although, the incident took place thousands miles far from Pakistan, however, it impacted the major spheres of life in Pakistan. Along with influencing the politics, economics and social lives of a lot of Pakistanis, 9/11 also affected Urdu novels. The novels written after the mentioned catastrophic event, reflect it intensely. This research considers Urdu novels written after the 9/11 to trace. To narrow down the research the study was conducted on selected novles ie; *Khas-o-Khashak Zmaney* and *Qalah Jangi* by Mustansar Hussain Tarar, *Men Dehshat Gard Hon?* by Mohsina Jilani, *Kala Din* by Younus Javed, *Pas-e-Aina* by Sarfraz Baig and *Sifr Se Aik Tak* by Mirza Athar Baig have been textually and critically analysed.

Keywords: 9/11, Urdu Novel, Terrorism, America, Novel.

نوے کی دہائی میں جب دنیا سے سرد جنگ کے خاتمہ کا اعلان ہوا تو قوموں نے اس کو سیاسی طور پر آخری تبدیلی سمجھا اور یہ خیال عام ہوتا گیا کہ شاید اب دنیا میں کوئی بڑی جنگ ،انقلاب یا ڈرامائی تبدیلی نہ ہو۔ فرانسز فوکویاما (Francis Fukuyama) نے بھی اسی خیال کو تقویت دی اور اس پر ایک مربوط اور جامع کتاب *The End of History and the Last Man* یعنی ''تاریخ کا خاتمہ اور آخری آدمی'' لکھی جس میں انھوں نے ''لبرل جمہوریت'' کو انسانی نظریاتی ارتقا کا آخری نکتہ قرار دیا۔ فرانسز فوکویاما (Francis Fukuyama) لکھتے ہیں:

۞ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

تاریخ کے خاتمے کے معنی یہ ہوں گے کہ جنگیں اور خونی انقلابات ختم ہوگئے۔ مقاصد پر اتفاق کی وجہ سے انسانوں کے بعد ایسے بڑے اسباب نہیں ہوں گے جن کے لیے جنگ کی جائے لوگ اپنی ضروریات معاشی سرگرمیوں کے ذریعے پوری کریں گے۔ انہیں لڑائیوں میں اپنی جانوں کو خطروں میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (1)

لیکن دنیا میں اس کے بعد بھی خونی انقلاب اور جنگیں ہوتی رہیں کیوں کہ کے تاریخ کے خاتمہ کے لیے لبرل جمہوریت کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ آزادی اور معاشی مساوات کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ نوے کی دہائی میں ہی سیموئل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington) کی مشہور کتاب *The Clash of Civilizations* منظرِ عام پر آئی جس میں فرانسز فوکو یاما (Francis Fukuyama) کے نظریہ کے مخالف نظریہ بیان کیا گیا کہ اب دنیا میں جو جنگیں ہوں گی وہ مذہب، فرقہ واریت، قومیت، اور تہذیبوں کی بنیاد پر ہوں گی اور دنیا کے صرف چند بڑے ممالک ہی بڑی تہذیبوں کی بنیاد پر محفوظ رہیں گے۔ سیموئل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington) بیان کرتے ہیں:

> Cold war world derives... A third map of the post from what is often called the realist theory of international relations. According to this theory, states are the primary, indeed, the only important actors in world affairs, the relation among states is one of the anarchy, and hence to insure their survival attemt to maximize and security, states invariably their power. If one state sees another state increasing its power and thereby becoming a potential threat, It attemts to protect irs own security by strengthening its power and or by allying itself with other states. The interests and actions of the more or less 184 cold war world can be predicted states of the post from these assumptions. (2)

سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد ہی دنیا میں تہذیبوں کی بنیاد پر جنگیں استوار ہونے کے تانے بانے تیار ہونے لگے۔ ۹/۱۱ کا سانحہ ایسے ہی تمام واقعات کی مربوط کڑی دکھائی دیتا ہے۔ ان واقعات کے سلسلے کو دیکھتے ہوئے جان کے کولی (John K Cooley) نے اپنی کتاب *Unholy War* ''غیر مقدس جنگیں'' میں کسی حد تک ۹/۱۱ کے سانحہ کی پیشین گوئی کردی تھی۔ جان کے کولی اس ساری داستان کو یوں بیان کرتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اپنی لاعلمی کا احساس کم کرنے کے لیے میں جیمس مچز کا افغانستان کے پس منظر میں لکھا ناول ''کاروان'' دوبارہ پڑھنے لگا۔ اسے پڑھتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے اس سرزمین کے متعلق خوف وخدشات نے گھیر لیا۔ میں نے اس ملک افغانستان میں، چند گھنٹوں کے لیے ایک مختصر سا سفر کیا تھا۔ پھر بھی میں خود کو اس کے بارے میں سوچنے اور سوچتے رہنے پر مجبور پاتا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ پہاڑی علاقہ جہاں کبھی زارِروس اور برطانوی سامراج نے اپنی ''گریٹ گیم'' کھیلی تھی، ایک مرتبہ پھر سوویت روس اور امریکا کے درمیان سرد جنگ کا میدان بن جائے گا۔ جدید خطوط پر استوار ہوتا ہوا یہ روایتی مشرقی شہر تشدد اور ہلاکت کا مرکز کہلائے گا۔ یہاں سے انتہا پسندی کی لہر پھوٹے گی جو مشرق ومغرب دونوں جانب پھیلے گی۔ آخر کار سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور مغربی معاشرے اور حکومتیں دہشت گردوں کا ہدف قرار پائیں گی۔ (۳)

جان کے کولی کے خدشات درست ثابت ہوئے اور ۱۱ ستمبر ۲۰۱۱ء میں وقوع پذیر ہونے والے سانحہ نے انسانی تاریخ کے دھارے کو بالکل ایک نئی سمت کی طرف موڑ دیا۔ لیکن عالمی امور پر گہری نظر رکھنے والے دانشوروں نے ۹/۱۱ کے پسِ پردہ عالمی سیاست کے مخفی حقائق کو بیان کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر مجاہد کامران اپنی کتاب *New World Order and 9/11* میں بیان کرتے ہیں:

عوامی ذہنوں کی طنابیں کھینچنا ہی اُس اشرافیہ (The Elite) کی حکمت عملی کا سب سے ضروری جز ہے جس کی بنا پر وہ نئے ''عالمی نظام'' کا قیام عمل میں لانا چاہتے ہیں۔ انھی طنابوں کے کھینچے جانے سے ان کے لیے اپنے عزائم کو چھپانا اور اپنے کنٹرول کو خاموشی اور بے رحمی سے بڑھانا ممکن ہو سکے گا۔ اسی طور پیدا ہونے والے کنٹرولڈ اور سبک دست (Manipulated) اندازِ فکر و ذہنی رجحان کے ذریعے عوام کو قابو کرنے کی خاطر یہ اشرافیہ سائنس دانوں اور تحقیق کاروں کی سرپرستی اور انھیں رقوم فراہم کرتا ہے۔ محض عوام کو دھوکہ دے کر ہی یہ اشرافیہ اس کرۂ ارض پر قبضہ جمانے اور یہاں حکومت کرنے کے لیے اپنی کارروائیاں سرانجام دیتا ہے۔ ان اشرافیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ ہمیشہ بنی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نوع انسان کی بڑی اکثریت کو دھوکہ دینے میں کامیاب و کامران رہے ہیں۔ (۴)

سانحہ ۹/۱۱ کے واقعہ کو جس بہادری اور دیدہ دلیری سے ارون دھتی رائے (Arundhati Roy) نے بے نقاب کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ارون دھتی رائے بیان کرتی ہیں:

> گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جس طرح کی سیاسی نعرہ بازی اور بیان بازی کا بازار گرم ہوا تو میرا خیال تھا کہ یہ محض احمقانہ اور خود پسندانہ نعرے بازی کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھ پر یہ حقیقت افشا ہوگئی کہ دراصل یہ ایک بے بنیاد اور خطرناک جنگ کے لیے راستہ ہموار کرنے کی سازش ہے۔آئے دن مجھے اس بات پر حیرت ہوتی کہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کا خیال ہے کہ افغانستان جنگ کی مخالفت کرنا،دہشت گردی یا طالبان کی حمایت کرنے کے مترادف ہے۔ (۵)

سانحہ ۹/۱۱ کے ہمہ گیر عالمی اثرات کی وجہ سے پاکستان سب سے زیادہ متاثر ہوا۔سانحہ ۹/۱۱ نے پاکستان کی سیاست،معیشت،اور طرز فکر کو بڑی حد تک متاثر کیا کیوں کہ اس سانحہ کے فوراً بعد امریکا کی طرف سے پاکستان کو دہشت گردی کا محور قرار دیا جانے لگا اور اس وقت کے فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو براہ راست فون پر دھمکی دے کر امریکا کا ساتھ دینے کو کہا حالاں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کرنے والوں ملزموں میں سے کوئی بھی پاکستانی نہ تھا لیکن اس سب کے باوجود پاکستان کو اس کے نتائج بھگتنا پڑے۔

پاکستان میں سیاسی پالیسیوں کی وجہ سے حالات اور زیادہ دگرگوں ہوگئے۔پاکستانی حکومت کو اپنی ہی سر زمین اور اپنے کئی اداروں کے خلاف آپریشن کرنے پڑے جس کے نتیجے میں پاکستان میں دہشت گردی روز کا معمول بن گئی،ملک میں بم دھماکوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں پاکستان کے کئی ہزار شہری شہید ہوگئے،سکول،کالج اور یونی ورسٹیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ان سب اثرات کو مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے دیکھا اور بیان کیا ہے۔مابعد ۹/۱۱ کی نامعلوم حدود و قیود پر بات کرتے ہوئے نجیبہ عارف اپنی کتاب''۹/۱۱ اور پاکستانی اردو افسانہ'' میں بیان کرتی ہیں:

> مابعد کی اس دنیا میں دو بلند و بالا عمارتوں کا گرنا،دراصل دو خلاوں کی تشکیل ہے۔ایسی تخریب جس کی بنیاد پر نئی تعمیر ہوسکتی ہے۔یہ واقعہ ایک عہد کی فصیل اور دوسرے عہد کا دروازہ ہے۔یہ بات بش اور اوباما کی تقاریر سے لے کر،اسکول

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> کے بچوں کے مباحثے تک کئی بار کہی اور سنی گئی ہے کہ گیارہ ستمبر کا دن عہدِ جدید کی تاریخ کا اہم ترین دن ہے، جب پرانی جمی جمائی زندگی کی بساط الٹ گئی اور مشرق و مغرب کے درمیان ایک نیا رشتہ استوار ہوا۔ اس الٹی ہوئی بساط کو اس نئے رشتے کے پیچ و خم کو، ہر ایک نے اپنے اپنے فکری، تاریخی اور واقعاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔(۶)

سانحہ ۹/۱۱ کو وقوع پذیر ہوئے انیس برس بیت چکے ہیں لیکن اس کے اثرات ابھی تک قائم ہیں۔ جس طرح ۹/۱۱ کے واقعہ نے زندگی کے دوسرے تمام شعبہ ہائے زندگی پر اثرات مرتب کیے ہیں اسی طرح عالمی ادب پر بھی اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ خود امریکا میں بھی اس حوالے سے کئی ادبی تخلیقات منظرِ عام پر آئی ہیں۔ ایک سے زائد انگریزی ناول لکھے گئے ہیں جن میں Don Delillo کا انعام یافتہ ناول *The Falling Man* بہت نمایاں ہے۔ اس ''فالنگ مین'' کا تذکرہ مستنصر حسین تارڑ نے اپنے دلچسپ ناول ''خس و خاشاک زمانے'' میں بڑے ہی دلچسپ انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ او نیل (O'Neill) کا *Netherland*، ولیم گبسن (William Gibson) کا *Pattern Recognition*، جان پیڈا (John Updike) کا *Terrorist*، مشہور پاکستانی انگریزی ناول نگار محسن حامد کا ناول *The Reluctant Fundamentalist* اور، نمایاں ہیں جن پر ۹/۱۱ کے واضح اثرات کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ عالمی انقلابات، جنگیں اور سازشیں کس طرح عام انسانوں کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں اور کس طرح ذہنی رویے تشکیل پاتے ہیں۔

اُردو ناول پر بھی سانحہ ۹/۱۱ نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اُردو ناول اپنے تمام ادوار کے سیاسی، معاشی، مذہبی اور ملکی مسائل کا آئینہ دار رہا ہے۔ گیارہ ستمبر کے نہ ختم ہونے والے جبر و استحصال کے اثرات کو اردو ناول میں بھر پور انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ عالمی سیاست کے ادارے، عالمی کردار، عالمی سازشیں، دہشت گردی، بم دھماکے، غیر یقینی صورتِ حال، فوجی آپریشنز، انسانوں کو زندہ در گور کرنے کی مہم، حکومتوں کی تبدیلیاں، آمروں کی پالیسیاں، مزاحمتی رویے، نفرتیں، تعصب، فرقہ واریت، مغرب کی اسلامی ملکوں پر چڑھائی،، بے بنیاد جنگ کا آغاز، افغانستان کا میدانِ جنگ، دانشوروں کے فکری رویے، عالمی سیاست کے مخفی حقائق، یک قطبی دنیا کی تشکیل، پیداواری ذرائع پر تصرف، اردو ناول کے موضوعات ہیں اور اردو ناول نگاروں نے اپنی تخلیقات میں ان پر بھر پور صدا احتجاج بلند کی ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

اُردو ناول میں مزاحمتی رویے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔سانحہ ۹/۱۱ کے بعد اس میں اور تیزی آ گئی۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ اور اس میں بے گناہ لوگوں کی ہلاکت،اس کے ردِعمل میں امریکا کا افغانستان پر حملہ اور افغانی شہریوں کی ہلاکت،عراق پر حملہ اور اس کے باغوں ، میناروں، صحنوں، شہریوں اور اس کی چڑیوں کی شہادت، پاکستان کے شہروں میں بم دھماکے اور پاکستانی شہریوں کی شہادت،سکول، کالج اور یونیورسٹیوں پر حملے ان سب موضوعات کا احاطہ اُردو ناولوں میں کیا گیا ہے۔سانحہ ۹/۱۱ کے بعد امریکا نے افغانستان پر کئی طرح کے اسلحہ جات اور نئی سے نئی جنگی تکنیک اور حکمت عملی کا استعمال کیا ہے جن میں کنٹرولڈ ڈیمالیشن،ٹی اے ٹی پی یا ٹرائی ایسی ٹون ٹرائی پرآکسائڈ،ری سین نامی زہر جو عوامی مقامات پر پھیلایا جاتا ہے،ڈرٹی بم، کارپٹ بمباری اور ڈرون حملے قابلِ ذکر ہیں ۔اکیسویں صدی میں لکھے گئے ناول اپنے سیاسی،سماجی،عصری رجحانات، حادثات، واقعات اور ان کے اثرات کو کما حقہ پیش کرتا ہے۔

اس حوالے سے ”خس و خاشاک زمانے“ کو اولیت حاصل ہے۔مستنصر حسین تارڑ کا یہ ناول ۱۹۳۰ء سے لے کر ۹/۱۱ کے فوراً بعد تک کی صورتِ حال کو بیان کرتا ہے۔کہانی کرداروں کی مدد سے آگے بڑھتی ہے۔اس ناول کے تمام کردار عجیب وغریب قسم کے ہیں،ان کرداروں سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ مستنصر حسین تارڑ کو کردار نگاری پر مکمل مہارت حاصل ہے۔اس ناول میں تیسری نسل انعام اللہ سے شروع ہوتی ہے جو ناول کا اہم کردار بھی ہے کیوں کہ یہاں سے ہی سانحہ ۹/۱۱ ناول کے پلاٹ کا حصہ بنتا ہے۔

انعام اللہ کے والدین کا کچھ پتا نہیں۔وہ گرو مانگٹ کی مسجد کی سیڑھیوں میں پڑا ملا،اس سے پہلے کہ ایک نعت خواں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس کو سنگسار کرتا،سرو سانسی یہ کہہ کر انعام اللہ کو بچا لیتا ہے یہ حرامی نہیں میرا بچہ ہے۔انعام اللہ بڑا ہو کر ایک صحافی اور ناول نگار بن جاتا ہے۔آسانی سے نہ دبنے اور ایک اختلافی کالم لکھنے پر ضیاء الحق کے دور میں ان کی کمر کو ننگا کر کے اور منہ کے پاس جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ مائک رکھ کر کوڑے برسائے جاتے ہیں تاکہ اُس کے منہ سے نکلنے والی چیخیں تمام شہر سن سکے۔اس کے ساتھ ہی افغانستان اور سوویت یونین کا تذکرہ بھی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے،اس کو سانحہ ۹/۱۱ کا ماقبل بھی کہہ سکتے ہیں جس کے بہت سے ڈانڈے ۹/۱۱ سے ملتے ہیں۔سانحہ ستمبر کی ہولناکی کو مستنصر حسین تارڑ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ٹیلی ویژن پر اُس امریکی کربلا کا ایک ایک لمحہ ہزاروں بار دُہرایا جا رہا تھا اور یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ صرف دو نہیں، ہزاروں ٹریڈ ٹاورز منہدم ہو رہے ہیں یہ مناظر اسی تواتر سے اتنی بار اسکرین پر دکھائے گئے کہ ہر امریکی کے بدن پر تصویروں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کی صورت ثبت ہو گئے، اُن کے ذہنوں پر ایک ٹیٹو کی مانند گندھے گئے۔(۷)

پاکستان میں مذہبی تنگ نظری سے تنگ آ کر انعام اللہ امریکا آتے ہیں مگر سانحہ ستمبر کے بعد انعام اللہ امریکی عوام کے تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہوئے حالاں کہ وہ تمام مذہب اور عقیدے سے آزاد انسان تھا۔ انعام اللہ سانحہ ستمبر کے بعد کینیڈا ہجرت کرتا ہے جہاں پر اپنی عزت نفس کے مجروح ہونے کا احساس اُس کو خودکشی کرنے پر مجبور کرتا ہے مگر سانسی کی پوتی شباہت اُس کو اس ارادے سے بعض رکھتی ہے اور ایک نیا جہاں ایک نیا آدم تخلیق کرنے کو کہتی ہے۔ جہاں پر تعصب نہ ہو، نفرت نہ ہو، سانحہ ستمبر نہ ہو، بم بارود کے دھماکے نہ ہوں، صرف امن ہو۔

ناول میں سانحہ ۹/۱۱ کے بعد امریکا میں مقیم مسلمانوں سے نفرت اور مذہبی تعصب کی صورت گری کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ انعام اللہ جو ہر قسم کے عقیدے، مذہب سے آزاد انسان تھا، جس کا مذہب ہی انسانیت تھا کو بھی امریکا میں مذہبی نفرت اور تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکا میں مقیم مسلمانوں پر سانحہ ۹/۱۱ کے اثرات بھی اس ناول کے پلاٹ کا حصہ ہے۔

اس کے بعد مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا ناول ''قلعہ جنگی'' ہے۔ جو افغانستان پر امریکی حملے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تباہی کا بیان ہے۔ سانحہ ستمبر کے بعد امریکا اور اس کے اتحادی بھوکے شیروں کی طرح غضب ناک ہو کر افغانستان پر چڑھ دوڑے۔ افغانستان پر بموں اور میزائلوں کی برسات ہو رہی تھی جس کے نتیجے میں سارا افغانستان کھنڈر بن چکا تھا، چہرے مسخ ہو چکے تھے، موت کی سیاہی نے سب کو ایک سیاہ رنگ عطا کر دیا تھا۔ رنگ و نسل کا امتیاز مٹ چکا تھا۔ بی باون طیاروں نے اُن کے جسمانی اعضا ایک دوسرے سے الگ کر دیے تھے۔ اُن کے جسمانی اعضا زمین اور تہہ خانوں میں ہر جگہ پر بکھرے ہوئے تھے، بازو کہیں تو ہتھیلیاں کہیں اور تھیں، سر کہیں اور دھڑ کہیں اور پڑے ہوئے تھے۔ جن کے بدن سلامت تھے وہ وقفے وقفے سے تھرتھراتے۔ بعض انسانی جسموں میں پٹرول بھر کر آگ دکھائی گئی تھی۔ کھیتوں میں لاشوں کی فصل کٹ چکی تھی لیکن ان کا کوئی وارث نہ تھا۔ ہر جگہ لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اسی لیے کسی افغان بچے کے لیے لاش کسی ڈر اور حیرت کا باعث نہ بنتی تھی۔ مستنصر حسین تارڑ بیان کرتے ہیں:

> وقت کی وہ ساعت جب وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے قندوز کے محاصرے کے دوران اُن پر محیط ہوئی تھی وہ امریکیوں سے لڑنے آئے تھے لیکن وہاں اُن کے مدِ مقابل اُنھی کے عقیدے کے باریش لوگ تھے امریکی اوپر ہی اوپر کہیں آسمانوں میں تھے اور اپنا بوجھ گرا کر چلے جاتے تھے یہ بوجھ پندرہ ہزار پاونڈ

وزنی ڈیزی کٹر ہوتے تھے جو عرف عام میں منی ایٹم بم کہلاتے تھے اور اس بوجھ کی بھڑک اور پھٹنے سے پورے پورے پہاڑی سلسلے میدانوں میں بدل جاتے تھے اور اُن کے دامن میں آباد گاؤں اور بستیاں لمحوں میں دفن ہو جاتے تھے۔ کلسٹر بم اور بنکر بسٹر بھی وہ بوجھ تھے جو اُن پر گرتے تھے۔(۸)

اس ناول کی کہانی کو قلعہ جنگی کے تہہ خانے کی تکنیک اور گھوڑے کی علامت کے ساتھ، سات کرداروں کی مدد سے بیان کیا گیا ہے جو مختلف ممالک اور رنگ و نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ تمام مجاہد افغانستان میں امریکیوں سے لڑنے آئے تھے۔ یہ سات مجاہد انتہائی زخمی حالت میں پڑے اپنی اپنی کہانیاں بیان کرتے ہیں کہ وہ کس طرح اور کن کے کہنے پر جہاد میں شامل ہوئے تھے۔ اُن کو افغانستان بھیجنے والے کون سے عوامل تھے۔ یہ تہہ خانہ لاشوں سے بھرا پڑا ہے اور وہ ان لاشوں کے اوپر پڑے، مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنے اپنے ماضی کو یاد کرتے ہیں۔ ناول کا موضوع سانحہ ۹/۱۱ کے بعد افغانستان پر امریکی حملہ ہے جس میں افغانستان کی تباہی کی داستان رقم کی ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس تباہی اور دہشت گردی سے واقف رہیں۔

سانحہ ۹/۱۱ کے پس منظر میں ہی لکھا گیا تیسرا ناولٹ محسنہ جیلانی کا ''میں دہشت گرد ہوں؟'' ہے جس میں زرینہ کی زندگی کا سفر بیان کیا گیا ہے زرینہ نے برطانوی ماحول میں ہی اپنی تعلیم حاصل کی تھی۔ زرینہ ایک امن پسند لڑکی ہے۔ اُس کے لیے سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے۔ اُس کے اپنی غیر مسلم سہیلیوں سے بھی بہت اچھے تعلق ہیں لیکن سانحہ ۹/۱۱ کے بعد حالات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں، لوگوں کے رویے بدل گئے۔ برطانیہ میں بھی تمام مسلمانوں کو دہشت گرد سمجھا جانے لگا۔ حالاں کہ جب زرینہ نے ٹی وی سکرین پر ٹریڈ سنٹر کے جڑواں ٹاوروں کو جلتے دیکھا تھا تو ان کی بھوک اڑ گئی تھی۔ زرینہ کو باہر آتے جاتے وقت دہشت گرد کہا جاتا، اُن کا حجاب کھینچا جاتا۔ اسی چیز نے زرینہ کو ذہنی مریضہ بنا دیا تھا وہ ہر روز خواب دیکھ کر ڈرتے ہوئے چیخیں مارتیں۔ زرینہ کی اس حالت کے بارے میں محسنہ جیلانی بیان کرتی ہیں:

زرینہ کا کہنا تھا کہ اسے پولیس سے سخت خوف آتا ہے اور اسے ڈر لگتا ہے کہ پولیس والے اسے گولی سے اڑا دیں گے۔ کنسلٹنٹ جب بھی پوچھتا کہ وہ پولیس سے کیوں ڈرتی ہے تو وہ کہتی کہ اس لیے کہ میں مسلمان ہوں، میں حجاب پہنتی ہوں۔ وہ مجھے دہشت گرد سمجھتے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہی گولی سے اڑا دیں گے۔(۹)

برٹش مسلم زرینہ کی کہانی ایک عالمی استفہامیے کی صورت میں پیش کی گئی ہے۔ اس ناول میں تہذیبی شعور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سے زیادہ عصری صورتِ حال کو بیان کیا گیا ہے جس کے پسِ پردہ سانحہ ۹/۱۱ اور برٹش مسلم پر اس سانحہ کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔

سانحہ ۹/۱۱ کے پس منظر میں چوتھا ناول یونس جاوید کا ''ستونت سنگھ کا کالا دن'' ہے۔ سانحہ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان میں غیر یقینی صورتِ حال اس ناول کا موضوع ہے۔ جس میں بغیر کسی ثبوت یا جرم کے کسی بھی شخص کو اٹھا لیا جاتا تھا، نہ اُس کا جرم بتایا جاتا، نہ کسی عدالت میں پیش کیا جاتا، نہ کسی قسم کا کوئی انصاف، نہ رحم کیا جاتا تھا۔ یہ ساری صورتِ حال یونس جاوید نے ماضی کے ''رولٹ ایکٹ'' اور ''جلیانوالہ باغ'' کے تناظر میں پیش کی ہے۔ جس کے مطابق جب چاہو کسی کو اٹھا لو، مار دو، قتل کر دو، جلا دو، تباہ کر دو۔ سانحہ ۹/۱۱ کے بعد بہت سے لوگوں کو صرف شک کی بنا پر اٹھا لیا تھا۔ اس ناول میں عصرِ حاضر کے تمام واقعات کو بخوبی بیان کیا ہے۔

اس کے بعد دونوں دوست ایک دن موبائل پر بات کرتے ہیں۔ انور خان انڈیا کا پاکستان کو پانی بند کرنے سے بات شروع کرتا ہے۔ اور پھر دونوں سیاسی باتوں میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ اُن کو کچھ نہیں پتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح انور خان کہتا ہے کہ اگر تمھارے لوگ بعض نہ آئے تو ایٹم بم ہمارے پاس بھی ہے۔ اس پر اوتار سنگھ کہتا ہے کہ وہ انڈیا جا کر اُن کو سمجھائے گا۔ جس پر انور خان کہتا ہے جو کرنا ہے جلدی کرو، قصہ مکاؤ۔ اوتار سنگھ کہتا ہے کہ میں تمھاری بات سمجھ گیا ہوں بے شک قربانی دینا پڑے گی۔ انجانے میں کی گئی ان باتوں کی وجہ سے دونوں کو ایک دن اٹھا لیا جاتا ہے۔ ان کو جس جگہ لایا گیا تھا وہاں اور بھی بہت سے بے گناہ لوگ تھے جن کو صرف نام نہاد شک کی بنا پر گرفتار کیا گیا۔ یونس جاوید لکھتے ہیں:

> انور خان کو آج نوواں دن تھا جس بڑے دالان کے تاریخی ستون کی زنجیر سے اسے باندھ کر رکھا گیا تھا، وہاں تین فٹ کا ہی فاصلہ تھا جہاں آدمی ہل جل سکتا تھا۔ البتہ اتنی روشنی ضرور تھی کہ ہر چیز دکھائی دے رہی تھی۔ آج دروازہ کھلا تو ایک ایک کر کے بہت سے جلاد نما کڑیل جوان اندر داخل ہو رہے تھے جن کے چہرے پتھر کے بے تاثیر، بے رحم اور بدنما تھے۔ گزشتہ دو دنوں میں انھیں سے ملتے جلتے کئی لوگ اس سے بار بار سوال کر چکے تھے حالانکہ وہ فیصلہ پہلے سنا چکے تھے کہ ''تم ٹیررسٹ تو ہو، گروہ کون سا ہے؟ لیڈر کون ہے؟ مرکز کہاں ہے؟''[۱۰]

سانحہ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان میں غیر یقینی صورتِ حال، مشکوک افراد، اس ناول کے موضوعات ہیں۔ یعنی یونس جاوید کا یہ ناول پاکستان کی سیاسی تاریخ اور عصری واقعات کی حقیقتوں کا مظہر ہے۔

پانچواں ناول سرفراز بیگ کا ''پسِ آئینہ'' ہے جس کے پلاٹ میں سانحہ ۹/۱۱ کا ذکر موجود ہے۔جس میں راوی نے سانحہ ۹/۱۱ کا ذکر اور اس کے اثرات کو بیان کیا ہے۔اس ناول میں ۹/۱۱ سے متاثر ہونے والی معشیت کا بھی نقشہ بھی بیان کیا گیا ہے۔پوری دنیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد سمجھا جانے لگا۔مغرب میں مسلمانوں کے گھروں میں چھاپے مارے جا رہے تھے،دوکانوں کی چیکنگ کی جا رہی تھی،ساری مغربی دنیا میں پاکستان کا امیج برے انداز سے پیش کیا جانے لگا،ایسا لگتا تھا کہ پاکستان میں صرف دو ہی آدمی ہیں ایک پرویز مشرف اور دوسرا اسامہ بن لادن ۔حالاں کہ اسامہ بن لادن کا پاکستان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ نیائش خان اپنی کہانی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے کچن کی دیوار پہ لکھا ہوا دکھایا۔وہاں کئی زبانوں میں کچھ لکھا ہوا تھا۔عربی میں بھی کچھ لکھا ہوا تھا۔میں نے پوچھا یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ میں عربی پڑھ لیتا ہوں لیکن سمجھ نہیں سکتا۔میرے لیے حیران کن امر یہ تھا کہ اُن لوگوں کو جیسے ہی پتا چلتا کہ کوئی پاکستانی ہے تو اس سے فوراً پوچھتے مشرف کا کیا حال ہے؟ اُسامہ بن لادن کہاں ہے؟ جیسے پاکستان میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔(۱۱)

سانحہ ۹/۱۱ کے بعد امریکی میڈیا نے جس انداز اور طور سے یورپ میں پاکستان کا امیج پیش کیا ہے اور مسلمانوں کے خلاف میڈیائی پروپیگنڈہ ناول کا موضوع ہے۔

چھٹا ناول ایم اختر کا ''ایک لوسٹوری اور ایک ایٹمی قیامت'' ہے۔جس کا موضوع جنوبی ایشیا کے خطے جہاں پاکستان اور بھارت جیسی ایٹمی طاقت موجود ہیں کا مستقبل ہے۔یہ خطہ انسانی مسائل کا گنجینہ معنی سمجھا جاتا ہے۔اس ناول کے پلاٹ میں سانحہ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کے پہاڑی شہر ایبٹ آباد جو پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے،میں ایک کمپاونڈ جس میں اُسامہ بن لادن کی موجودگی کا خدشہ ہے،پر امریکی فوج کے کمانڈوز کا خفیہ آپریشن کا ذکر موجود ہے۔اس ناول کا راوی بیان کرتا ہے:

> یہ دو مئی کا دن تھا جب پوری دنیا ایک دھماکہ خیز بریکنگ نیوز سے گونج اٹھی یہ بریکنگ نیوز پاکستان کے پہاڑی شہر ایبٹ آباد،جو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھا،میں پیش آنے والے ایک واقعے کے بارے میں تھی۔مختلف نیوز چینلز پر نیوز الرٹ کے طور پر نشر ہونے والی اس خبر میں بتایا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

گیا تھا کہ امریکی فوج کے کمانڈوز نے ایبٹ آباد کے ایک کمپاؤنڈ میں ایک خفیہ آپریشن کے دوران القاعدہ کے سربراہ اُسامہ بن لادن کو ہلاک کر دیا تھا۔(۱۲)

ناول میں برصغیر کی تقسیم کے وقت فسادات، تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کی زہریلی سیاست کا عام انسانوں پر اثرات اور سانحہ ۹/۱۱ کے بعد پاکستان کے شہر ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی شہادت کا واقعہ ہے جس کے نام پر امریکا نے نام نہاد اور جھوٹ پر مبنی ڈراما رچا کر ساری انسانیت کو جنگ و جدل اور قتل و غارت گری میں دھکیل دیا۔

مزید ناول مرزا اطہر بیگ کا ''صفر سے ایک تک'' ہے جس کا موضوع تو کمپیوٹر سائنس کا استعمال ہے، لیکن اس ناول کے پلاٹ میں سرسری طور پر سانحہ ۹/۱۱ کے بعد غیر ملکیوں کے اغوا کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ اس ناول میں ایک فرانسیسی صحافی لڑکی کو اغوا کر لیا جاتا ہے جو اپنی صحافتی ذمے داریوں کو نبھانے پاکستان آئی تھی۔ اس کا مرکزی کردار سائبر اسپیس کا منشی بیان کرتا ہے:

میں واپس اپنے کمپیوٹر پر آتا ہوں خبر ہے اُن کے بارے میں جواب صرف آٹھ رہ گئے تھے۔ ایک لائین کی خبر ابھی صرف اتنا بتا رہی ہے کہ اُن کے بارے میں کوئی نئی پیش رفت ہے۔ وہ پیش رفت کیا ہے۔ کیا وہ مکمل خاتمہ ہو سکتی ہے؟ میں نہیں جانتا۔ میرا کانپتا ہاتھ ماوس پر آتا ہے اور میں کرسر کو اُس لِنک پر لے جاتا ہوں۔ انگلی کی ہلکی سی کلک اور پھر میں جان جاوں گا سب کچھ میں کلِک کرتا ہوں۔(۱۳)

اردو ناول موجودہ دور میں بھی پیش آنے والے نت نئے مسائل کا مبصر رہا ہے۔ سانحہ ۹/۱۱ کا واقعہ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل جن میں عالمی سیاست میں تبدیلی، تیسری دنیا کے مسائل، افغانستان اور عراق پر حملہ، وحشیانہ بمباری، فرقہ پرستی، دہشت گردی، اغوا، ٹارگٹ کلِنگ، یورپی ملکوں اور معاشروں میں مقیم مسلمانوں سے نفرت انگیز رویے، انسانیت کی تذلیل، غیر یقینی صورتِ حال، آپریشنز، اچھے اور برے طالبان کی اصطلاح، مذہبی حلقوں کی بے چینی، معصوم لوگوں پر وحشیانہ بمباری، شہروں میں بم دھماکوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، باجوڑ اور سوات میں فوجی آپریشن، سیاسی بدعملی اردو ناولوں میں پوری طرح عیاں ہے جس سے اردو ناول کی اہمیت کا احساس اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ معاصر اُردو ناول میں جو جدید طرزِ فکر کی جھلکیاں نظر آ رہی ہیں وہ سانحہ ۹/۱۱ کے اثرات اور موجودہ دور کی سیاسی سماجی تاریخ ہے۔ معاصر اُردو ناول نگار اپنے گرد و پیش اور تبدیل ہوتے ہوئے عالمی سیاسی منظر نامے اور اس کے پس منظر سے خوب واقف ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حواشی

۱۔ فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama)، ’’تاریخ کا خاتمہ‘‘، (The End of History)، مترجم: نورالدین انور، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۳ء)، ص ۳۶۵

۲۔ سیموئل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington)، *The Clash of Civilizatiions*، (نیو یارک: پینگوئن بکس، ۱۹۹۶ء)، ص ۳۳

۳۔ جان کے کولی (John K Cooley)، ’’غیر مقدس جنگیں‘‘، (Unholy Wars)، مترجم: فرخ سہیل گوئندی، (لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ص ۲۸

۴۔ ڈاکٹر مجاہد کامران، ’’سانحۂ ستمبر اور نیا عالمی نظام‘‘، (The New World Order and 9/11)، مترجم: پروفیسر ظفرالحسن پیرزادہ (لاہور: یونی ورسٹی آف دی پنجاب، ۲۰۱۴ء)، ص ۴

۵۔ امجد نذیر، ’’ریاستی انتہا پسندی، جبر، مزاحمت اور کچھ ارون دھتی رائے کے بارے میں‘‘ مشمولہ ’’سرمایہ داریت، ریاستی جبر اور مزاحمت‘‘، (متفرق مضامین) مصنفہ ارون دھتی رائے (Arundhati Roy)، مترجم: امجد نذیر، (ملتان: سوجھلا برائے سماجی تبدیلی، ۲۰۱۲ء)، ص ۵

۶۔ نجیبہ عارف، (مرتب)، ’’9/11 اور پاکستانی اردو افسانہ‘‘، (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۱ء)، ص ۶

۷۔ مستنصر حسین تارڑ، ’’خس و خاشاک زمانے‘‘، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ص ۵۰۲

۸۔ ایضاً، ’’قلعہ جنگی‘‘، ایضاً ص ۵۲۔۵۱

۹۔ محسنہ جیلانی، ’’میں دہشت گرد ہوں؟‘‘، (کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۸ء)، ص ۴۱

۱۰۔ یونس جاوید، ’’ستونت سنگھ کا کالا دن‘‘، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص ۲۱

۱۱۔ سرفراز بیگ، ’’پسِ آئینہ‘‘، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۳ء)، ص ۱۴۷۔۱۴۶

۱۲۔ ایم اختر، ’’ایک لوسٹوری اور ایک ایٹمی قیامت‘‘، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۴ء)، ص ۳۲

۱۳۔ مرزا اطہر بیگ، ’’صفر سے ایک تک‘‘، (لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۴

مآخذ

۱۔ اختر، ایم، ’’ایک لوسٹوری اور ایک ایٹمی قیامت‘‘، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۴ء

۲۔ اطہر بیگ، مرزا، ’’صفر سے ایک تک‘‘، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء

۳۔ بیگ، سرفراز، ’’پسِ آئینہ‘‘، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۳ء

۴۔ تارڑ، مستنصر حسین، ’’خس و خاشاک زمانے‘‘، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء

۵۔ ________، ’’قلعہ جنگی‘‘، ________، ۲۰۰۸ء

۶۔ جاوید، یونس، ’’ستونت سنگھ کا کالا دن‘‘، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء

۷۔ جیلانی، محسنہ، ’’میں دہشت گرد ہوں؟‘‘، کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۸ء

۸۔ عارف، نجیبہ، (مرتب)، ’’9/11 اور پاکستانی اردو افسانہ‘‘، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۱ء

۹۔ فوکویاما، فرانسس (Fukuyama, Francis)، ’’تاریخ کا خاتمہ‘‘، (The End of History)، مترجم: نورالدین انور، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۳ء

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۰۔ کامران، مجاہد، پروفیسر، ڈاکٹر، ''سانحۂ ستمبر اور نیا عالمی نظام''، (The New World Order and 9/11)، مترجم: پروفیسر، ظفرالمحسن پیرزادہ، لاہور: یونی ورسٹی آف دی پنجاب، ۲۰۱۴ء

۱۱۔ کولی، جان کے (Cooley, John K)، ''غیر مقدس جنگیں''، (Unholy Wars)، مترجم: فرخ سہیل گوئندی، لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء

۱۲۔ نذیر، امجد، ''ریاستی انتہا پسندی، جبر، مزاحمت اور کچھ ارون دھتی رائے کے بارے میں'' مشمولہ ''سرمایہ داریت، ریاستی جبر اور مزاحمت''، (متفرق مضامین) مصنفہ ارون دھتی رائے (Arundhati Roy)، مترجم: امجد نذیر، ملتان: سوجھلا برائے سماجی تبدیلی، ۲۰۱۲ء

۱۳۔ ہنٹنگٹن، سیموئل پی (Huntington, Samuel P)، ''تہذیبوں کا تصادم'' (The Clash of Civilizatiions)، نیو یارک: پینگوئن بکس، ۱۹۹۶ء